خطبہ جمعہ

مومنوں کو چاہئے کہ لغو مذاق کی مجلس کو بھی پسند نہ کریں

اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا کی طرف آپ کا سفر آسان ہو تو خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں

صبر ہو اور حق کے ساتھ ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ یہ صبر رائیگاں جائے

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز- فرمودہ ۲۴/اپریل ۱۹۹۸ء بمطابق ۲۴/شہادت ۱۳۷۷ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

وَ قَد نَزَّلَ عَلَيكُمْ فِي الكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا

فَلاَ تَقْعُدوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِ ه . اِنَّكُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ .

اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعاً۔(سورة النساء آيت ۱۴۱)

اسی مضمون کی دوسری آیت بھی ہے جو سورۃ الانعام سے لی گئی ہے وہ بھی میں اسی تعلق میں پڑھ کے سناتا ہوں۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُونَ فِي آيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِه.

وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ القَومِ الظّٰلِمِيْنَ. وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُونَ

مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ۔(الانعام آيات ۶۹،۷۰)

ان آیات کا جو سادہ ترجمہ ہے اس ترجمے سے مجھے اختلاف ہے جس کا پہلے بھی ذکر کر چکا ہوں اور اس اختلاف کی بناء کیا ہے لغت عربی کے لحاظ سے جو قرآن کریم کے علماء نے بیان کی ہے اور بہت سی احادیث نبوی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقتباسات جو میں آپ کو پڑھ کر سناؤں گا ان سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ عام مروّجہ ترجمہ درست نہیں ہے۔ مروّجہ ترجمہ یہ ہے (اس کا وہ حصہ جو میرے نزدیک درست نہیں ہے میں آپ کو بعد میں سمجھاؤں گا)۔

وَ قَد نَزَّلَ عَلَيكُمْ فِي الكِتَابِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ،الکتاب یعنی قرآن کریم میں بہت تاکید کے ساتھ یہ بات بیان ہوئی ہے وَ قَد نَزَّل بہت تاکید کے ساتھ یہ بات بیان ہو چکی ہے اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ آيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا کہ جب تم اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار سنو یعنی بعض گروہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی آیات کا انکار کرتے ہیں وَ يُسْتَهْزَأُ بِهَا اور ان آیات سے تمسخر کرتے ہیں۔ان سے تمسخر کیا جاتا ہے بعض لوگوں کی طرف سے فَلاَ تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ تو ہرگز ان کے ساتھ نہیں بیٹھنا۔ اب اگلا حصہ ہے جو اختلافی معنے رکھ رہا ہے حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِ ه یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں محو ہو جائیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی گروہ ہے اس میں صاف واضح ہے کہ ایک گروہ ہے جو انتہائی بدبخت ہے اور اللہ تعالیٰ کی آیات جس میں خدا تعالیٰ کے برگزیدہ رسول اور برگزیدہ بندے بھی شامل ہیں ان پر مذاق اڑانا انہوں نے پیشہ بنا رکھا ہے۔ ایسے لوگ جو ہیں کیا کوئی پسند کرے گا کہ بار بار جا کے دیکھے۔ اس مجلس میں جانے کی ضرورت کیا ہے جہاں سے ایک دفعہ اپنا دل اور سب کچھ اٹھا لیا۔ کیا کوئی انسان تصور کر سکتا ہے کہ ان بدبختوں کی مجلس میں بار بار جا کے دیکھے کہ اب کچھ اور بات تو نہیں کر رہے اگر اور بات کر رہے ہیں تو وہاں بیٹھ جائیں۔ یہ جو منظر ہے یہ اس آیت کے عام سادہ ترجمے سے ابھرتا ہے کیونکہ حَتّٰى يَخُوضُوا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِ ه میں حتّٰی کا معنی یہ لیا گیا ہے کہ یہاں تک کہ وہ دوسری بات شروع کر دیں تو جب بیٹھ کے آدمی اٹھ ہی جائے گا تو اس کو کیا پتہ چلے گا۔

میں جو مضمون بیان کرنا چاہتا ہوں وہاں حتّٰی کا معنی Even کے معنوں میں ہے خواہ ایسے بدبخت لوگ دوسری باتیں بھی کریں تب بھی ہرگز ان کی مجلس میں نہیں جانا۔ اگر ایسا کرو گے تو تم ان جیسے ہو جاؤ گے۔ اس معنے کو عموماً اس لئے اختیار نہیں کیا جاتا کہ یہ معنی شاذ کے طور پر حتّٰی میں استعمال ہوتا ہے اور اہل لغت جیسے حضرت امام راغب ہیں انہوں نے بڑی وضاحت سے اس کا محاورہ اہل عرب کے بیان کے مطابق بیان فرمایا ہے۔ وہ لکھتے ہیں حتّٰی کی مثال اَكَلْتُ السَّمَكَةَ حَتّٰى رَاْسَهَا میں نے مچھلی کھالی یہاں تک کہ سر بھی کھالیا "Even her head" یہ معنے ہیں۔ یہاں تک کہ مچھلی پوری کھائی، یہاں تک کہ سر بھی نہیں چھوڑا۔ پس اگر یہ لوگ دوسری بات میں بھی مبتلا ہو جائیں، گفتگو میں مصروف ہو جائیں تب بھی ان کے قریب نہیں جانا کیونکہ یہ بدبختوں کا گروہ ہے۔ کوئی سوچ بھی نہیں سکتا کہ ایسے گروہ میں جا کے بیٹھے اور موقعوں کی تلاش میں رہے کہ کب یہ کوئی اور بات کریں اور مجھے وہاں بیٹھنا نصیب ہو جائے۔ ناممکن ہے کہ کوئی شخص جو دین کی غیرت رکھتا ہو اس گروہ کی طرف جانے کا تصور بھی کرے۔

اِنَّكُمْ اِذاً مِّثْلُهُمْ یہ ہے آخر پر انذار کہ ان کی مجلس میں خواہ تم عام حالات میں جاؤ خواہ تم دوسری باتوں میں جاؤ جب بھی جاؤ گے اگر یہاں جا کے بیٹھنا تم نے شیوہ بنایا تو اُن جیسے ہو جاؤ گے، پھر تم میں اور اُن میں کوئی فرق نہیں رہے گا۔ اور یہاں بہت دلچسپ اس آیت کا اختتام ہے کہ وہ لوگ جو منافقت کرتے ہیں اور بظاہر یہ کہتے ہیں کہ جب ہم گئے تھے تو ایسی باتیں نہیں کر رہے تھے وہ بھی اور کافر جو کھلی کھلی بے حیائی کی باتیں کرتے ہیں فرمایا، اِنَّ اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنَافِقِيْنَ وَالكٰفِرِينَ فِي جَهَنَّمَ جَمِيْعاً ایسے لوگ جو کھلم کھلا خدا کے دین کا تمسخر اڑاتے ہیں وہ کافر ہیں اور ایسے لوگ جو ان کے ساتھ میل جول رکھتے ہیں اور اپنے آپ کو بظاہر دین داروں میں شمار کرتے ہیں، دین والے لوگوں میں شمار کرتے ہیں فرمایا سارے اکٹھے جہنم میں پھینک دئے جائیں گے۔

دوسری آیت میں بھی یہی مضمون ہے جو میں نے بیان کیا ہے وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوضُونَ فِي آيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ اور جب تو دیکھتا ہے ایسے لوگوں کو جو ہماری آیات کے متعلق بے ہودہ کلام کرتے ہیں تو فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ صاف مطلب ہے کہ ان کے پاس جا کے بیٹھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ ان سے منہ پھیر لے، ان سے پیٹھ پھیر لے، ان کی مجلس میں جا بھی نہ حَتّٰى يَخُوضُوْا فِي حَدِيْثٍ غَيْرِه یہاں تک کہ وہ کوئی کلام بھی کریں تب بھی ان کی مجلس میں نہیں جانا وَ اِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ اگر بھول کے ایک دفعہ ایسا واقعہ ہو چکا ہو، شیطان نے تمہیں ان کی مجلس میں پہنچایا ہو وہاں ایسی بے ہودہ باتیں ہو رہی ہوں تو وہ ایک ہی دفعہ ہوگا اس کے بعد پھر اس کا اعادہ نہ ہو۔

فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ القَومِ الظّٰلِمِيْنَ یہ ذِکریٰ جو آ چکی ہے، یہ نصیحت اس کے بعد پھر کبھی آئندہ ان لوگوں کے پاس نہیں جانا۔ اگر ایک دفعہ بھی حادثۃً، لاعلمی میں تم چلے گئے اور وہاں یہ بیہودہ باتیں ہو رہی تھیں تو اٹھ کھڑے ہو اور یہ پہلا واقعہ شیطان کے بھلانے کے نتیجے میں ہوا ہے۔ تمہارے علم کا نہ ہونا گویا شیطان کی طرف منسوب ہوا ہے۔ لیکن جب یہ کھلی کھلی نصیحت آ جائے پھر کیا سوال پیدا ہوتا ہے۔ ہرگز ان کے قریب نہیں آنا خواہ وہ کوئی دوسری باتیں ہی کر رہے ہوں۔ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُونَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيءٍ وَّ لٰكِنْ ذِكْرٰى لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ، ان کا حساب اللہ پر ہے۔ متقیوں کو ان پر چھوڑ دینا

اپنے جلو میں لئے رہتے ہیں ان کو رحمت الٰہی ڈھانپے رکھتی ہے اور ان پر سکینت نازل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مُقرّبین میں بھی کرتا ہے۔

یہ جو آخری فقرہ ہے جو بہت ہی اہمیت کا حامل ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا کہ جو قوم اللہ کے ذکر میں مشغول رہتی ہے اس پر خدا کے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اب ذکر الٰہی تو ایک دن رات کا مومن کا مشغلہ ہے لیکن مجلس کے طور پر اگر ذکر الٰہی ہو رہا ہو تو ایک خاص موقع بن جاتا ہے اور اسوقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے ارشاد کے مطابق فرشتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ مضمون حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے اور بھی بہت سی جگہ بیان فرمایا ہے۔

میں اس طرف خصوصیت سے توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ **وہ لوگ جو فرشتوں کے نزول کے عادی ہوں، جن کی مجالس پاک ذکر سے بھری ہوئی ہوں، وہ ایک لمحہ کے لئے برداشت کیسے کر سکتے ہیں کہ ان مجالس کی طرف بھی رجوع کریں جہاں ذکر الٰہی کی بجائے دین پر گند اچھالا جاتا ہو۔** اس لئے دونوں باتیں اکٹھی چل ہی نہیں سکتیں۔ جو لوگ ذکر الٰہی کی مجالس کے عادی ہوں ان کا وہم وگمان بھی اس طرف نہیں جاسکتا کہ بدوں کی مجلس میں بھی جھانک کے دیکھیں کہ وہ کہیں بری باتیں تو نہیں کر رہے یا کوئی اچھی بات کر رہے ہیں۔ اسلئے جو غلط فہمیاں میں نے پچھلے خطبے میں دور کی تھیں ان کو پھر میں دوبارہ آپ کے سامنے کھول کر رکھ رہا ہوں کہ اس غلط فہمی میں ہر گز مبتلا نہ ہوں کہ نیک لوگ بدوں کی صحبت کا تصور بھی کر سکتے ہوں۔

ایک اور روایت ہے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ اَیّ جُلَسَآءِ نَا خیرٌ۔ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول کس کے پاس بیٹھنا بہتر ہے۔ اس کے جواب میں آپؐ نے فرمایا ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے۔

اب جن لوگوں کی یہ عادت ہو کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں بیٹھیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آرہا ہو وہ اس مجلس میں جھانک کر بھی کیسے دیکھ سکتے ہیں جن کو دیکھ کر شیطان یاد آئے۔ اس لئے دو متضاد باتیں ہیں۔ انتہائی احمقانہ خیال ہے کہ کبھی کبھی دوسروں کی مجلس میں بھی چلے جاؤ جہاں شیطان کا ذکرِ خیر چل رہا ہو۔ اس لئے خوب اچھی طرح آنحضور ﷺ کے اِن الفاظ کو سنیں۔ آپؐ نے فرمایا ایسے شخص کے پاس بیٹھنا مفید ہے جس کو دیکھنے کی وجہ سے تمہیں خدا یاد آوے، جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو یعنی یاوہ گوئی نہ کر رہا ہو بلکہ جب کوئی بات کرنے تو تمہارے علم میں، خواہ کیسا ہی علم ہو، اس میں اضافہ ہو۔ اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔ جس کے نیک عمل کے نتیجے میں تمہیں یہ خیال آئے کہ یہ تو آخرت کی تیاری کر رہا ہے میں نے کیا تیاری کی ہے۔ اس پہلو سے وہ بھی آخرت کی تیاری کی طرف متوجہ ہو۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک روایت ہے۔ یہ روایت بخاری کتاب الایمان سے لی گئی ہے۔ آپ بیان فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے فرمایا۔ تین باتیں ہیں جن میں وہ ہوں وہ ایمان کی حلاوت اور مٹھاس کو محسوس کرے گا۔ اول یہ کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول باقی تمام چیزوں سے اسے زیادہ محبوب ہو۔ دوسرے یہ کہ وہ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر کسی سے محبت کرے۔

اب محبتیں تو انسان کرتا ہی ہے۔ بغیر محبت کے تو انسانی زندگی، زندگی ہی نہیں رہتی۔ کسی نہ کسی چیز سے وہ ضرور محبت کرتا ہے۔ مگر حضور اکرمؐ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر کسی انسان سے محبت کرنی ہو تو اللہ کی خاطر کرے۔ اب ظاہر بات ہے کہ ایسی صورت میں بیوی کا انتخاب اور خاوند کا انتخاب بھی اللہ کی خاطر ہی ہوگا اور اگر آپ غور کر کے دیکھیں تو ہمارے معاشرے کی بہت سی بدیاں صرف اس نصیحت پر عمل کرنے سے دور ہو سکتی ہیں اور ایک پاکیزہ معاشرہ وجود میں آسکتا ہے۔ اکثر لوگ شادی کرتے وقت یہ نہیں دیکھتے۔ خوبصورتی دیکھنا، اچھا خاندان دیکھنا اپنی جگہ مگر یہ نہیں دیکھتے کہ پہلی شرط اس میں پوری ہے کہ نہیں کہ وہ لڑکی اللہ والی ہے کہ نہیں یا وہ مرد اللہ والا ہے کہ نہیں۔ اگر یہ شرط پوری ہو جائے تو اس کے پیچھے پیچھے دوسری بعض اچھی باتیں بھی مل جائیں تو بہت بہتر ہے، اُن کا انکار نہیں ہے۔ مگر جب اس شرط کو آپ اولیت دیں گے تو اس کی محبت میں ہمیشہ اللہ کی محبت کا خیال غالب رہے گا اور اس وجہ سے معاشرہ انتہائی طور پر پاکیزہ اور دلکش ہو جائے گا۔

دوسرے یہ کہ صرف اللہ کی خاطر کسی سے محبت کرے اور تیسرے یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے کفر سے نکل آنے کے بعد پھر کفر میں لوٹ جانے کو اتنا ناپسند کرے جتنا کہ وہ آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے۔

یہ جو بڑے بڑے ابتلاء جماعت پر آرہے ہیں ان کو یہ آخری بات خاص طور پر پیش نظر رکھنی چاہئے اور ان ملکوں میں بھی جو آزاد ملک کہلاتے ہیں یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کثرت کے ساتھ ایسی خبریں ملتی ہیں کہ یہاں یا ہالینڈ میں یا جرمنی میں ایسے لوگ جو اپنے ماحول میں معزز سمجھے جاتے تھے جب انہوں نے احمدیت کو قبول کیا تو ان کو زبردستی پکڑ کے مولویوں کے پاس لے کر گئے اور بعض دفعہ شدید بدنی تکلیف پہنچائی گئی۔ اتنی کہ بعض دفعہ جینے مرنے کا سوال پیدا ہو جاتا تھا۔ تو یہ جو رویہ ہے یہ ہر جگہ ہے صرف پاکستان میں نہیں۔ پاکستان میں تو حد سے زیادہ ہے مگر باقی ملکوں میں بھی موجود ہے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کا یہ ارشاد پیش نظر رکھیں کہ وہ اپنے پہلے حال کی طرف واپس لوٹنے کی بجائے یہ زیادہ پسند کرے کہ اسے وہاں آگ میں جھونک دیا جائے ورنہ اس کے نتیجے میں وہ آگ ہوگی جو ہمیشگی کی آگ ہے۔ تو آگ میں ڈالے جانے کو زیادہ پسند کرے یا جتنا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے اس سے زیادہ اس بات کو ناپسند کرے کہ وہ اپنے پہلے غلط خیالات کی طرف لوٹ جائے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے خدا تعالیٰ کی محبت کے ذکر میں حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک دعا کو حرز جان بنایا ہوا تھا۔ آنحضرتؐ کو یہ دعا بہت ہی پیاری تھی اور انہی الفاظ میں یہ دعا کیا کرتے تھے۔ عن ابی الدرداء یعنی ابو درداء سے روایت ہے قال رسول الله كا ن من دعاء دائود عليه السلام، کہ داؤد علیہ السلام کی دعاؤں میں سے یہ دعا تھی اَللّٰهُمَّ اِنِّی اَسْئَلُكَ حُبَّكَ وَحُبَّ مَنْ يُّحِبُّكَ کہ اے اللہ میں تجھ سے تیری محبت مانگتا ہوں اور اس شخص کی محبت مانگتا ہوں جو تجھ سے محبت کرتا ہے وَالعَمَلَ الَّذِیْ يُبَلِّغُنِی حُبَّكَ اور ایسے عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ کیسا پیارا مضمون ہے اور بہت جانچ تول کے بیان فرمایا گیا ہے۔ ایسے عمل کی محبت چاہتا ہوں جو مجھے تیری محبت تک پہنچا دے۔ وہ تجھ سے مانگتا ہوں۔ اَللّٰهُم اجْعَلْ حُبَّكَ اے میرے اللہ اپنی محبت کو بنا دے۔ اَحَبَّ اِلَیَّ میرے لئے سب سے زیادہ پیاری مِنْ نَفْسِی اپنے نفس سے بھی زیادہ پیاری وَ اَهْلِی اور اپنے اہل سے بھی زیادہ پیاری وَمِنَ المَآءِ البَارِدِ اور ٹھنڈے پانی سے بھی زیادہ پیاری۔

یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے ہمیں دعا سکھائی ہے میں تعجب کیا کرتا تھا کہ اس میں آپ نے حضرت داؤد کی طرف واحد کا صیغہ استعمال فرمایا اور جمع کا نہیں۔ واحد کے صیغے میں صرف اپنے لئے دعا بنتی ہے اور جمع کی صورت میں سب کے لئے دعا بن جاتی ہے۔ اتنی پیاری دعا سب کے لئے کیوں نہ مانگی۔ دراصل حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کے وجود میں جب وہ اِنِّیْ کہتے ہیں تو وہ سارے جو آپ کے پیروکار ہیں، جو حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم سے گہرا تعلق رکھتے ہیں وہ بھی شامل ہو جاتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے بعض دفعہ آپ کو اکیلے کو مخاطب فرمایا اور سارے مسلمان آپ کے پیروکار اس خطاب میں شامل ہو گئے۔ تو اس مضمون کو سمجھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم جب اپنے لئے دعا مانگتے ہیں یا حضرت داؤد نے جب اپنے لئے دعا مانگی تو بحیثیت نبی اللہ ہونے کے ان کے متبعین اور ان سے سچی محبت کرنے والے اس دعا میں شامل ہوتے تھے۔

پس احترام کے طور پر میں بھی جب دعا مانگتا ہوں اسی اِنِّیْ کے ساتھ مانگتا ہوں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم نے الفاظ نہیں بدلے اس لئے میں نہیں سمجھتا کہ دوسرے الفاظ کے ساتھ یہ دعا مانگی جائے۔ آپ بھی یہی کریں مگر ساتھ خدا تعالیٰ سے التجا کیا کریں کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے انبیاء کی جماعتوں کو بھی شامل کر دیا تھا اسی طرح ہمارے اہل خانہ، ہمارے دوست، ہمارے قریبی جن سے ہم پیار کرتے ہیں، جو ہم سے پیار کرتے ہیں ان سب کو اس دعا میں شامل فرمالے کیونکہ یہ دعا بہت ہی اہمیت کی حامل ہے۔ اگر یہ مقبول ہو گئی تو سب کچھ مقبول ہو گیا۔ جسے اللہ کی محبت نصیب ہو جائے اسے اور کچھ بھی نہیں چاہئے کیونکہ اللہ کی محبت کے اندر ساری محبتیں، تمام دنیا کے وہ مسائل جن مسائل سے انسان کو واسطہ پڑتا ہے وہ اس میں شامل ہو جاتے ہیں، اُن سارے مسائل کا حل اللہ کی محبت ہے۔ پس اس میں ایک ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں کہ **اللہ کی محبت کے نتیجے میں آپ کی زندگی کے سارے مقاصد**

ان ساری باتوں کے مقابل پر بھی میرے لئے یہ صدمہ زیادہ بھاری ہے کہ رسول اکرم ﷺ پر ایسے ناپاک حملے کئے جائیں"۔

یہ بظاہر ایک مبالغہ لگ رہا ہے لیکن اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے یہ دو باتیں پیش ہوتیں کہ یا یہ سب کچھ ہو جائے گا یا تم یہ پسند کرو گے کہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق ایسی بکواس کی جائے۔ اس تقابل کی صورت میں لازماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہی رد عمل ہونا تھا۔ اس لئے کوئی احمق اس کو مبالغہ نہ سمجھے۔ اگر کسی کو کہا جائے یہ سب کچھ کر دیا جائے گا اب رسول اللہ ﷺ کے خلاف گستاخی کو قبول کرو وہ کہے گا ہر گز نہیں کروں گا۔ جتنے شہداء ہیں ان کی شہادت کے پیچھے یہی جذبہ کار فرما ہوتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں ایک صحابی جو قید کیا گیا اس کی گردن اڑانے سے پہلے اس سے یہی سوال کیا گیا کہ کیا تم پسند کرو گے کہ تمہاری گردن چھوڑ دی جائے اور تمہاری جگہ محمد رسول اللہ ﷺ کو کوئی گزند پہنچے۔ اس نے کہا خدا کی قسم میں تو یہ بھی پسند نہیں کروں گا کہ میری گردن چھوڑ دی جائے اور محمدؐ رسول اللہ کو مدینے کی گلیوں میں کوئی کانٹا بھی چبھ جائے۔ کتنا عظیم الشان عشق ہے، کیسی دل کی صفائی اور پاکیزگی ہے۔ یہ مضمون ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیان فرما رہے ہیں۔ اگر وہ صحابی حضور اکرم ﷺ سے یہ عشق رکھتا تھا تو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام جو عشق کی انتہا کو پہنچے ہوئے تھے ان کا تصور کریں کہ ان کے دل کا کیا حال ہو گا۔ پس ہر گز اس تحریر میں ایک ادنیٰ بھی مبالغہ نہیں جو میں نے آپ کے سامنے پڑھ کے سنائی ہے۔

یہ مقام عشق اپنی جگہ، یہ غیرت اپنی جگہ لیکن اس کے باوجود جب اپنی ذات کے خلاف لوگ باتیں کرتے تھے ان کو برداشت کرتے تھے ان میں بڑا حلم دکھاتے تھے۔ کئی لوگ وہاں آکر سامنے کھلم کھلا گالیاں دیتے تھے مگر اپنے صحابہ کو روک دیا کرتے تھے کچھ نہیں کہنا۔ اور جہاں بھی جوابی کارروائی کی ہے وہاں آپ حیران ہونگے یہ دیکھ کر کہ اللہ اور رسول کے خلاف جب بھی کسی لکھنے والے نے بدتمیزی کی ہے تو اس کے جواب میں آپ کی سختی ہے۔ اس کے سوا کہیں کوئی سختی نظر نہیں آتی۔ ایک واقعہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ اپنی کتاب میں لکھتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت ہے، سیرت طیبہ کے نام سے، اس میں ایک اسی قسم کا واقعہ لکھتے ہیں جو بڑا دلچسپ ہے۔

فرماتے ہیں، 'قادیان میں ایک صاحب محمد عبداللہ ہوتے تھے جنہیں لوگ پروفیسر کہہ کر پکارتے تھے وہ زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے لیکن بہت مخلص تھے اور چھوٹی عمر کے بچوں کو مختلف قسم کے نظاروں کی تصویریں دکھا کر پیٹ پالا کرتے تھے'۔ سلائیڈز ہوتی ہیں ناں جس طرح دکھانے والی وہ جگہ جگہ اڈہ بنایا یہی ان کا گزارہ تھا 'مگر جوش اور غصے میں بعض اوقات توازن کھو بیٹھتے تھے'۔ ان کی طبیعت ایسی تھی اتنا جوش آتا تھا، اتنا غصہ آتا تھا اپنی مرضی کے خلاف بات کا کہ پھر برداشت ناممکن ہو جاتی تھی۔ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں کسی نے بیان کیا کہ فلاں مخالف نے حضور کے متعلق فلاں جگہ بڑی سخت زبانی سے کام لیا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ نہ حضرت میاں بشیر احمد صاحبؓ نے اس کو یہاں بیان فرمایا ہے مگر دوسری جگہ جو تفاصیل ملتی ہیں ان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے متعلق بہت ہی گندی باتیں کی گئی ہیں۔ اور وہاں بھی جو صحابہ تھے وہ برداشت نہیں کر سکے اور جواب میں بعض دفعہ گندی بات استعمال کی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو ناپسند فرمایا کہ ہر گز تمہارے لئے زیبا نہیں تھا کہ تم اس کلام کو اپنے منہ سے نکالتے۔ تو یہی صاحب ہیں عبداللہ صاحب، جن کا ذکر میں اب کر رہا ہوں کہ ایک دفعہ کسی نے بیان کیا کہ بڑی سخت زبانی کی ہے اور گالیاں دی ہیں۔ پروفیسر صاحب کو اتنا غصہ آیا کہ کھڑے ہو کر کہا اگر میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ تم جو باتیں بیان کر رہے ہو تمہیں شرم نہیں آئی تم نے کچھ نہیں کیا اس کا۔ میں ہوتا تو اس کا سر پھوڑ دیتا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بے ساختہ فرمایا نہیں نہیں ایسا نہیں چاہئے ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے۔ تو دیکھئے کتنی گندی باتیں جن کو قلم برداشت نہیں کر سکتا کہ لکھے اور زبان پسند نہیں کرتی کہ ان کا کوئی حرف نوک زبان پر آنے دے۔ فرمایا ہماری تعلیم صبر اور نرمی کی ہے ایسا نہیں کرنا چاہئے۔ اب پروفیسر صاحب مخلص بھی تھے اور آپے سے باہر ہونے کے بھی عادی تھے اس موقعہ پر ان کو بڑا جوش آیا۔ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے اور جوش کے ساتھ بولے واہ صاحب واہ! یہ کیا بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اپنے جوش میں کہہ رہے ہیں واہ صاحب واہ۔ یہ کیا بات ہے آپ کے پیر کو کوئی شخص برا بھلا کہے تو آپ فوراً مباہلہ کے ذریعے اسے جہنم تک پہنچانے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں مگر ہمیں فرماتے ہیں کہ کوئی شخص آپ کو ہمارے سامنے گالی دے تو ہم صبر کریں۔ کیا بات ہے۔ کیسی عمدہ مثال ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے لئے ہر گز پسند نہیں فرماتے تھے مگر آپ کے غلاموں نے آپ کو دیکھا ہوا تھا اپنے آقاؐ کے بارے میں آپ کا کیا سلوک تھا۔ پس وہ تو آپؑ کو اپنا آقا ہی سمجھتے تھے اور جانتے تھے اور ایمان رکھتے تھے اس لئے ہر گز پسند نہیں کرتے تھے کہ آپؑ کے خلاف کوئی کسی قسم کی بیہودہ سرائی کی جائے لیکن اس کے باوجود صبر کی تعلیم اپنی جگہ ہے۔ یہ ایک ایسے شخص کی مثال ہے جس کو حلم کا خلق نصیب نہیں تھا اتنا۔ میں جو یہ باتیں بیان کر رہا ہوں تو جماعت کو یہ سمجھانے کے لئے کہ ہمارا واسطہ دنیا میں ہر قسم کے گندے لوگوں سے پڑتا ہے۔ پاکستان سے آئے دن ایسی خبریں ملتی رہتی ہیں کہ کسی جگہ کسی نے بہت بدکلامی سے کام لیا، اتنی بدکلامی کی کہ دل برداشت نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی یہ مثالیں دے دے اور کہے کہ ہم نے بھی تو اس موقع پر اسی طرح کیا تھا کہ آپے سے باہر ہو گئے تو یہ درست نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی بھی رسول اللہ کے دشمنوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا۔ کبھی بدکلامی کرنے والوں کے خلاف جو جوابی کارروائی کی ہے وہ اسی حد تک رکھی ہے جس حد تک اس کی بدکلامی کا تقاضا تھا اور حتی المقدور بدکلامی سے پرہیز کیا ہے مگر کہیں کہیں جوش میں ایسے کلمے نکل گئے ہیں جسے آج تک مُلّاں لوگ اچھالے پھرتے ہیں۔ یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو وہ چند کلمات اس وقت کہے جبکہ ایک شخص نے بے انتہا بدتمیزی، بے حیائی اور گند اچھالنے سے کام لیا ہے کہ آپ کو اگر اس کی مثالیں دی جائیں تو غم سے آپ کا دل پھٹ جائے گا۔ یہ ساری باتیں آپ سنتے تھے مگر ایک واقعہ آپ نہیں بتا سکتے کہ آپ نے ان کے جواب میں کسی کو پتھر مارا ہو، کسی کے اوپر کوئی حملہ کر دیا ہو۔ اور یہ بابا فلاسفر جو تھے یہ عبداللہ صاحب، آپ ان کے مرید نہیں ہیں، مسیح موعود علیہ السلام کے مرید ہیں۔ ان کا ایک رنگ تھا اپنی غیرت کے اظہار کا وہ کر دکھایا انہوں نے مگر جماعت کو سبق مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عمل سے لینا چاہئے۔ عمل یہ ہے کہ ایسے لوگوں کی مجلس میں کبھی بھی نہیں آپ بیٹھے۔ کبھی ایسے لوگوں کی صحبت کو اختیار نہیں فرمایا اور یہی قرآنی تعلیم ہے۔

پس قرآنی تعلیم جو آپ کے سامنے رکھی ہے وہ یہ نہیں ہے کہ جب ایسے لوگ بے ہودہ سرائی کریں تو پتھر اٹھاؤ اور ان کے سر پھاڑ دو۔ فرمایا کہ اٹھ جایا کرو پھر دوبارہ ان کے پاس جانے کا تصور بھی نہ کرو۔ پس آپ کو یہ تعلیم ہے کہ ایسے لوگوں سے قطع تعلقی مستقل رکھیں اور کبھی سوچیں بھی نہ کہ آپ ان بدبختوں کی صحبت میں بیٹھ سکتے ہیں۔ لیکن عملاً جبر سے کام نہیں لینا عملاً کوئی ایسی حرکت سرزد نہ ہو جو قرآن کریم کی اس آیت، اسوۂ حضرت رسول اللہ ﷺ اور اسوۂ مسیح موعود علیہ السلام کے مخالف ہو۔

اب مجھے جو فکر رہتی ہے وہ یہ ہے کہ پاکستان میں بہت ہی بدگوئی کی جاتی ہے آئے دن مجھے خطوں میں بعض اشارے ملتے ہیں کہ اس قسم کی بکواس کر رہے ہیں لوگ۔ اب مصیبت یہ ہے کہ ان کے پاس تو جاتا کوئی نہیں لیکن وہ گھروں پر، دیواروں پر گندگی لکھتے رہتے ہیں۔ اور یہ مولویوں کا شیوہ ہے یہ ساری دنیا میں پھیلا ہوا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ کہاں تک یہ لوگ پہنچے ہیں۔ پرتگال میں جگہ جگہ ان خبیث مولویوں کے

موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سمجھائی ہے کہ وہ حسب موقع دیکھ دیکھ کر باتیں فرماتے تھے۔ اس لئے بظاہر سوال ایک جیسا بھی ہو جواب الگ الگ ہوتے تھے کیونکہ سوال کرنے والا الگ تھا اس کی بیماری کی تشخیص کئے بغیر جواب دیا ہی نہیں جاسکتا تھا۔ پس یہ تشخیص والا پہلو ہے جو اس سے پہلے آپ کو کہیں دکھائی نہیں دے گا۔ آنحضورﷺ ہر شخص کی تشخیص فرماتے تھے اور یہ وہ نکتہ ہے جو قرآن کریم سے سو فیصد درست ثابت ہوتا ہے۔ آپ پیشانیوں کے آثار پڑھ لیتے تھے۔ سوال کرنے والے سے بعض دفعہ اس کے سوال سے پہلے ہی پوچھا کرتے تھے تم یہ سوال کرنے آئے ہو اور پھر اس کا جواب دیتے تھے۔ پس مامور من اللہ کے پاس ہر حال میں بیٹھنا بہت ضروری ہے تاکہ ان سب قسم کے حالات میں مامور من اللہ جو باتیں کرے وہ آپ کے علم اور عمل اور تقویٰ میں اضافہ کرنے والی بن سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمارہے ہیں، ”اب جیسے آج میں ساری باتیں بیان نہیں کر سکتا ممکن ہے کہ بعض آدمی ایسے ہوں جو آج ہی تقریر سن کر چلے جاویں اور بعض باتیں ان میں ان کے مذاق اور مرضی کے خلاف ہوں تو وہ محروم گئے“۔

اب یہ ایک اور نکتہ ہے جو بہت ہی اہم ہے۔ میں نے بھی اکثر اپنے تجربے میں دیکھا ہے کہ بعض دفعہ نئے آنے والے ہوتے ہیں اس مجلس میں جو میں بات کر رہا ہوتا ہوں وہ ان میں سے بعض کے مزاج کے خلاف ہوتی ہے اگر وہ چھوڑ کر چلے جائیں تو ہمیشہ گمراہ ہی رہتے ہیں۔ جب وہ بار بار آئیں تو اللہ ان کو وہ نکتہ سمجھا دیتا ہے اور یہ بات میں ان آنے والوں کے اعتراف کے مطابق بیان کر رہا ہوں۔ ان آنے والوں نے بارہا مجھ سے اعتراف کیا ہے کہ جب ہم پہلی دفعہ مجلس میں آئے تھے تو فلاں چیز دل کو نہیں لگی لیکن ہم پھر بھی آئے، پھر بھی آئے اور یہاں تک کہ آپ نے ایک ایسا پہلو بیان کیا جس کی طرف ہمارا خیال بھی نہیں گیا تھا اور وہ پہلی بات دل میں اس طرح جاپائی کہ پھر کبھی وہ دل کو چھوڑ کر کہیں نہ جائے۔

یہ وہ مضمون ہے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی تحریرات میں باریکی کے ساتھ کھول رہے ہیں، ”جیسے آج میں ساری باتیں بیان نہیں کر سکتا ممکن ہے کہ بعض آدمی ایسے ہوں جو آج ہی تقریر سن کر چلے جاویں اور بعض باتیں ان میں ان کے مذاق اور مرضی کے خلاف ہوں تو وہ محروم گئے لیکن جو متواتر یہاں رہتا ہے وہ ساتھ ساتھ ایک تبدیلی کرتا جاتا ہے اور آخر اپنے مقصد کو پالیتا ہے“۔ (الحکم جلد ۶ صفحہ ۲۶، ۲۴ر جولائی ۱۹۰۲ء)۔

”انسان کو انوار و برکات سے حصہ نہیں مل سکتا جب تک وہ اسی طرح عمل نہ کرے جس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ سچوں کے ساتھ ہو جاؤ“۔ اب اس آیت کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار دہرایا ہے لیکن میں تو جب بھی اس کی تشریح پڑھتا ہوں اس میں نئے نکات دیکھتا ہوں۔ بظاہر ایک ہی جیسی بات ہو رہی ہے مگر کوئی نہ کوئی زاویہ ایسا ہے جس کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کے اندر مخفی بعض دوسرے مضامین بھی بیان فرماجاتے ہیں۔ فرماتے ہیں ”بات یہی ہے کہ خمیر سے خمیر لگتا ہے“۔ اب یہ نئی بات ہے۔ سچوں کے ساتھ اس لئے ہو کہ تم خمیر کو دیکھو جب تک خمیر نہ ڈالا جائے دوسرے آٹے کو خمیر لگتا ہی نہیں۔ تم اس لئے سچوں کے ساتھ ہو کہ تمہیں ان کا خمیر لگ جائے اور جب خمیر لگ گیا تو خمیر غالب آجاتا ہے۔ اور بڑی سے بڑی چیز کو بھی آخر مغلوب کر لیتا ہے۔ خمیر لگنے کا مضمون بہت گہرا مضمون ہے۔ میں نے پہلے ایک دفعہ یا کئی دفعہ شاید بیان کیا ہے کہ اگر ایک سمندر بھی ہو اور اس میں تھوڑا سا خمیر ڈال دیں یعنی دودھ کا ایک سمندر بھی ہو تو وہ اس خمیر سے پھٹ سکتا ہے۔ اگر آٹے کا سمندر ہو تو ایک کونے میں تھوڑا سا خمیر ڈال لیں وقت لگے گا لیکن ہو نہیں سکتا کہ وہ سارا سمندر خمیر نہ ہو جائے۔

پس یہ مضمون ہے کہ نیک کی صحبت اپنے اندر ایک غلبہ رکھتی ہے، ایک طاقت رکھتی ہے۔ نیکی میں جو غلبے کی طاقت ہے اگر تم نیک نیتی سے اس نیک کے پاس بیٹھو گے تو خواہ تمہارا باقی سارا وجود نیکی سے بے تعلق ہی کیوں نہ ہو یقین رکھو کہ اگر پیار اور محبت کے نتیجے میں کسی نیک کے پاس بیٹھے رہو گے تو اس کا خمیر تمہارے سارے وجود پر غالب آجائے گا۔

اب اس ایک سر میں ہمارے بے انتہاء مسائل بیان ہو گئے ہیں۔ بارہا میں نے جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ اپنے وجود کے اندر ہر پہلو پر نظر ڈالو، ہر پہلو سے نیک ہونا ضروری ہے ورنہ کلیۃً خدا کے حضور قبول نہیں کئے جاسکتے۔ اس کے اور بھی بہت سے رستے تھے جو مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حوالے سے میں نے بیان کئے مگر ایک یہ رستہ مجھے بہت ہی پیارا لگا ہے اتنا آسان کہ اس میں کوئی بھی زور نہیں لگتا کوئی مصیبت پیش نہیں آتی محنت کے ساتھ قدم نہیں اٹھانے پڑتے خمیر از خود لگتا چلا جاتا ہے۔ اور اگر آپ کسی نیک کی صحبت اس کی نیکی کی وجہ سے اختیار کریں گے تو آپ حیران ہونگے کہ آپ کے اندر تبدیلی ہو رہی ہے، ہوتی چلی جارہی ہے۔ پتہ بھی نہیں لگ رہا کہ کیسے ہوئی۔ مگر بغیر مشقت، بغیر محنت کے اگر کوئی انسان نیک ہونا چاہتا ہے تو اس نکتے کو پکڑ لے۔

فرماتے ہیں، ”خمیر سے خمیر لگتا ہے یہی قاعدہ ابتداء سے چلا آرہا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آئے تو آپ کے ساتھ انوار و برکات تھے جن میں سے صحابہ نے بھی حصہ لیا۔ پھر اسی طرح خمیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ ایک لاکھ تک ان کی نوبت پہنچی“۔ سارے عرب کی جو کایا پلٹی ہے وہ خمیر در خمیر سے کایا پلٹی ہے ورنہ اکیلے آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کس طرح عرب پر اپنے پاک وجود کو نافذ فرما سکتے تھے۔ یہی ایک طریقہ ہے جو مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ازل سے اسی طرح چلا آرہا ہے کہ خمیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صحابہ کی تعداد ایک لاکھ تک جا پہنچی۔

پھر فرماتے ہیں ”شریعت کی کتابیں حقائق اور معارف کا ذخیرہ ہوتی ہیں لیکن حقائق اور معارف پر کبھی پوری اطلاع نہیں مل سکتی۔ جب تک صادق کی صحبت اخلاص اور صدق کے ساتھ اختیار نہ کی جاوے“۔ صادق کی صحبت میں اخلاص اور صدق ضروری ہے۔ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ میں صدق کے بغیر کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کا مضمون چلتا ہی نہیں ہے۔ **جس نے بھی صادقین کے پاس بیٹھنا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ صدق کے ساتھ، سچائی کے ساتھ بیٹھے اور اخلاص کے ساتھ اسکی صحبت سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے۔** فرماتے ہیں ”جب تک صادق کی صحبت اخلاص اور صدق کے ساتھ اختیار نہ کی جاوے“ اور امر واقعہ یہ ہے کہ صادقوں کی صحبت مشروط ہے اس بات سے کہ صحبت اختیار کرنے والا صادق ہو ورنہ وہ کوئی فائدہ نہیں دے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ظاہری صحبت میں تو ابو جہل بھی بیٹھ جایا کرتا تھا اور مکہ کے بہت سے ایسے بدباطن شخص جو بدی کی حالت میں پہلے سے زیادہ گمراہ ہو کر مر گئے وہ بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صحبت میں آجایا کرتے تھے۔ آپ کی مجالس میں خبیث ترین منافقین بھی ہوا کرتے تھے۔ ان کو تو کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ پس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی صحبت سے صرف انہوں نے فائدہ اٹھایا جن کے اپنے اندر صدق کا بیج تھا۔ پس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کی یہ تشریح آپ کے سامنے پیش فرمارہے ہیں۔ ”جب تک صادق کی صحبت اخلاص اور صدق کے اختیار نہ کی جاوے اس وقت تک حقائق و معارف کی جو کتابوں میں ہیں اطلاع نہیں ہوتی“۔

اب ایک قرآن کریم کو سمجھنے کا بھی رستہ بیان فرمادیا۔ اس لئے محض صحبت کی باتیں نہیں ہو رہیں، صحبت کے مختلف فوائد کا ذکر فرمارہے ہیں اور جب بھی اس آیت کی تشریح فرماتے ہیں ایک نیا نکتہ بیان فرماتے ہیں۔ یہ بات دنیا کے کسی اور مفسر کو نصیب نہیں ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے سے آج تک کے زمانے پر نظر ڈال کر دیکھیں یہ باتیں مسیح موعود علیہ السلام کے سوا کسی کو نصیب نہیں ہوئیں۔ فرماتے ہیں شریعت کی کتابیں حقائق و معارف کا ذخیرہ ہوتی ہیں لیکن لوگ انہی کتابوں کو پڑھتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں، انہی کتابوں کے حوالے سے لوگوں کو گمراہ کر دیتے ہیں۔ حقائق اور معارف پر کبھی پوری اطلاع نہیں مل سکتی جب تک صادق کی صحبت اخلاص اور صدق سے اختیار نہ کی جاوے۔

”اسی لئے قرآن شریف فرماتا ہے یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ **ایمان اور ارتقاء کے مدارج کامل طور پر کبھی حاصل نہیں ہو سکتے جب تک صادق کی معیت اور صحبت نہ ہو**“۔ ایمان اور ارتقاء کے مدارج“۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک ایک ارشاد بہت باریک نظر سے پڑھنے کے لائق ہے اور لوگ سرسری نظر سے پڑھ کر گزر جاتے ہیں ان کو پتہ نہیں کہ کتنے معارف اس میں چھپے ہوئے ہیں۔ ایمان کے ساتھ مومن کے اندر ایک ارتقاء ہو رہا ہوتا ہے۔ اگر وہ سچا ہے اور سچوں کی صحبت اختیار کرتا ہے تو لازم ہے کہ اس کے اندر ارتقاء ہو۔ ہر روز حالت بدلے اور وہ کبھی بھی پہلا وجود نہ رہے۔ مسلسل آگے بڑھتا ہوا، قرب الٰہی کی نعمت سے فیض یاب ہوتا ہوا آگے سے آگے بڑھتا رہے اس کو ارتقاء کہتے ہیں۔ فرمایا ایمان اور ارتقاء کے مدارج کامل طور پر سچوں کو حاصل ہو ہی نہیں سکتے جب تک صادق کی معیت اور صحبت نہ ہو۔ کیونکہ اس کی صحبت میں رہ کر وہ اس کے انفاس طیبہ، عقد ہمت اور توجہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

یہ جو مضمون ہے اس میں مجھے ایک اور مضمون بھی نظر آرہا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی

اب آپ اپنے گردوپیش نظر ڈال کر دیکھ لیں بعض ایسے بے غیرت لوگ ہیں کہ ان کو کوئی بے حیا، رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے والا، دین پر حملے کرنے والا، خلفاء کی گستاخیاں کرنے والا، دین اسلام اور تمام مذاہب کے خلاف بدگو شخص، عزت سے کوئی چوہدری صاحب یا سلام کہہ دے، کسی معزز نام سے خطاب کرلے وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری اخلاقی ذمہ داری ہے کہ اس کے سامنے جھک جائیں۔ مسیح موعود علیہ السلام کا یہ اسوہ ہے تو اپنا فیصلہ خود کرلیں کہ کس شمار میں آئیں گے۔ مجھ کو سلام کرنے آیا ہے لعنت ہے ایسے سلام پر جو خدا اور اس کے رسول اور دین کے بزرگوں کے خلاف بکواس کرنے والے کا سلام ہو۔ اس سلام کو تو لعنت کے ساتھ لوٹانا چاہئے۔ ہرگز اس سلام پر خوش ہونا اور اپنے آپ پر فخر کرنا کہ فلاں صاحب نے ہمیں عزت سے یاد کیا ہے ایک حماقت کی حد ہے، دھوکہ بازی ہے، جھوٹ ہے اور اپنے نفس کی انا میں پڑکر آپ اپنا دین کھو دیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں 'مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق قطع کرلے'۔ مجرم وہ ہے جو اپنی زندگی میں خدا تعالیٰ سے اپنا تعلق کاٹ لیوے اس کو تو حکم تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاتا اور صادقوں کے ساتھ ہو جاتا مگر ہوا و ہوس کا بندہ بن کر رہا اور شریروں اور دشمنان خدا اور رسول سے موافقت کرتا رہا۔ پس جو شخص بھی شریروں کی مجلس کو قبول کرتا ہے اور اچھوں سے الگ رہتا ہے اس کے متعلق مسیح موعود علیہ السلام کا یہ ارشاد ہے کہ زندگی میں چاہئے تھا کہ وہ تعلق کاٹ لے۔ مرنے کے بعد پھر وقت گزر جائے گا۔ پھر ان کا تعلق خدا سے جو اس دنیا میں کاٹا گیا ہمیشہ کے لئے کاٹا گیا اور آخرت میں پھر یہ تعلق جُڑ نہیں سکتا۔

فرماتے ہیں ''جو خدا تعالیٰ کے لئے ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے خدا تعالیٰ اپنی طرف آنے والے کی سعی اور کوشش کو ضائع نہیں کرتا۔ یہ ممکن ہے کہ زمیندار اپنا کھیت ضائع کرلے۔ نوکر موقوف ہو کر نقصان پہنچادے، امتحان دینے والا کامیاب نہ ہو مگر خدا کی طرف سعی کرنے والا کبھی بھی ناکام نہیں رہتا۔ اس کا سچا وعدہ ہے کہ وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا'' کہ وہ لوگ جو ہمارے رستوں پر چلتے ہیں یا وہی لوگ ہیں جو خدا کی خاطر غیروں سے تعلق کاٹ لیتے ہیں تو ان کا سفر خدا کی طرف ضرور شروع ہو جاتا ہے۔

یہی میں نے شروع میں آپ کو بتایا تھا کہ **اگر آپ چاہتے ہیں کہ خدا کی طرف آپ کا سفر آسان ہو تو خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں اور جب خدا کی خاطر بعض لوگوں سے تعلق کاٹیں گے تو اللہ آپ سے بہت زیادہ تعلق رکھے گا۔** یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ کسی کی خاطر کسی کو چھوڑا جائے اور وہ بھی منہ نہ لگائے۔

اب دنیا کے روزمرہ کے دستور میں آپ جانتے ہیں یہ ایک ایسی فطری حقیقت ہے جس کو تبدیل کیا ہی نہیں جا سکتا کوئی شخص بھی آپ کی خاطر کسی سے مخالفت لیتا ہے آپ لازماً اس کو گلے لگائیں گے اور پیار کریں گے تو اللہ کے متعلق سوچیں کہ اللہ جو سب سے زیادہ ان معنوں میں شکر ادا کرنے والا ہے اس نے اپنے شکر کے بھی رنگ رکھے ہیں۔ کوئی اللہ تعالیٰ کو شکر میں بھی شکست نہیں دے سکتا۔ جب وہ شکر یہ ادا کرتا ہے تو کمال کر دیتا ہے۔ فرمایا، ''وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا خدا تعالیٰ کی راہوں کی تلاش میں جو جویا ہوا وہ آخر منزلِ مقصود تک پہنچا۔ دنیوی امتحانوں کے لئے تیاریاں کرنے والے اور راتوں کو دن بنا دینے والے طالب علموں کی محنت اور حالت کو ہم دیکھ کر رحم کھا سکتے ہیں''۔ کئی لوگ ہیں بے چارے ساری ساری رات جاگتے ہیں اور کچھ بھی نہیں بنتا۔ ہر دفعہ امتحان میں فیل ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگ کثرت سے میرے پاس آتے ہیں یا خط لکھتے ہیں ان بے چاروں کو سمجھ نہیں آتی کہ ہوا کیا ہے، کریں کیا۔ امتحان میں جاتے ہی دماغ ماؤف ہو جاتا ہے، اچھا بھلا پڑھا لکھا بھی بھول جاتا ہے۔

ان کی حالت دیکھ کر ہم رحم کھا سکتے ہیں، تو کیا اللہ تعالیٰ جس کا رحم اور فضل بے حد اور بے انت ہے اپنی طرف آنے والے کو ضائع کر دے گا۔ ہم تو ایک امتحان کے طالب علم پر بھی رحم کرتے ہیں جس کی محنت ضائع جا رہی ہے مگر جو خدا کی طرف زور مار رہا ہو اس کا یہ امتحان ہے، اس کا یہ نصاب ہے۔ تو ہم لوگ تو کسی غیر طالب علم پر رحم کریں اور وہ اس پر رحم نہ کرے جو خدا تعالیٰ کی طرف جدوجہد کر رہا ہو، کوشش کر رہا ہو۔ ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کے اجر کو ضائع نہیں کیا کرتا۔ پھر فرماتا ہے مَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ کہ جو شخص ایک ذرہ برابر بھی نیکی کرے اس کو اللہ تعالیٰ دیکھتا ہے یعنی اس کو ان معنوں میں دیکھتا ہے کہ لازماً اس کو بے اجر نہیں رہنے دیتا۔ ایک ذرہ نیکی کا بھی بعض دفعہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ محاورے میں تو ہے کہ رائی کا پہاڑ بنا دیا انسان یہی کام کیا کرتا ہے مبالغہ آمیزی میں۔ ایک ہی ذات ہے وہ اللہ کی ذات ہے جو رائی کے بھی پہاڑ بنا دیا کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے کثرت سے واقعات ملتے ہیں کہ ایک انسان نے عمر بھر بدیوں میں ضائع کر دی اور ایک دن ایک چھوٹی سی نیکی کرنے کی ایسی توفیق ملی جو صرف اللہ کے لئے تھی۔ اور اس کے بعد پھر نیکیوں کے پہاڑ اس کے حق میں جمع کر دئے گئے۔ پس واقعۃً رائی کا پہاڑ بنتا ہے لیکن ان معنوں میں بنتا ہے۔ بندوں کے جھوٹ اور مبالغہ آمیزی سے پہاڑ بنے بھی تو بے معنی اور بے حقیقت ہوا کرتا ہے۔

''ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال ہزارہا طالب علم سالہاسال کی محنت اور مشقتوں پر پانی پھرتا ہوا دیکھ کر روتے رہ جاتے ہیں''۔ یہ بالکل درست ہے۔ ہزارہا طالب علم ہیں اب تو لاکھوں لاکھ ہونگے اور خودکشیاں کر لیتے ہیں۔ میرے علم میں بھی ہیں ایسے لوگ، ایسے طالب علم جنہوں نے محض اس لئے خودکشی کی کہ کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور جاپان میں تو یہ عام سلسلہ ہے ناکامی ہوئی اور ساتھ ہی خودکشی ہو گئی۔ ''مگر اللہ تعالیٰ کا فضلِ عظیم ایسا ہے کہ وہ ذرا سے عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ پھر کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ انسان دنیا میں ظنی اور وہمی باتوں کی طرف تو اس قدر گرویدہ ہو کر محنت کرتا ہے کہ آرام اپنے اوپر گویا حرام کر لیتا ہے اور صرف خشک امید پر کہ شاید کامیاب ہو جاویں ہزارہا رنج اور دکھ اٹھاتا ہے۔ تاجر نفع کی امید پر لاکھوں روپے لگا دیتا ہے مگر یقین اسے بھی نہیں ہوتا کہ ضرور نفع ہی ہوگا۔ مگر خدا تعالیٰ کی طرف جانے والے کی جس کے وعدے یقینی اور حتمی ہیں کہ جس کی طرف قدم اٹھانے والے کی ذرہ بھی محنت رائیگاں نہیں جاتی ہیں اس قدر دوڑ دھوپ اور سرگرمی نہیں پاتا۔ یہ لوگ کیوں نہیں سمجھتے، وہ کیوں نہیں ڈرتے کہ آخر ایک دن مرنا ہے''۔

یہ جو موت کا تصور ہے اس کا یقینی ہونا یہ سب سے زیادہ آپ کو برائیوں سے دور کرنے اور نیکیوں کی طرف قدم بڑھانے میں مددگار ہو سکتا ہے۔ آپ نے سینکڑوں مرتے ہوئے دیکھے ہونگے یا اگر کسی کا دائرہ محدود ہے پندرہ بیس تیس ایسے لوگ تو اس نے ضرور دیکھے ہونگے کہ ان کے اندر گھروں میں پھرا کرتے تھے اچھی اچھی باتیں کیا کرتے تھے ان کے بزرگ بھی تھے یا ان کے گھروں میں آنے جانے والے لوگ تھے اب وہ کہاں گئے ہیں۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں جماعت انگلستان میں اگرچہ بہت برکت پڑی ہے کثرت سے لوگ باہر سے آئے ہیں مگر بہت پیارے پیارے چہرے ہیں، بہت نیک لوگ، مسجدوں میں آنے جانے والے، جماعتی کاموں میں آگے آگے وہ سب غائب ہو گئے۔

پس موت ایک اتنی یقینی حقیقت ہے کہ زندگی اتنی یقینی نہیں کیونکہ بچہ پیدا ہوتے ہی مر جاتا ہے یعنی زندگی ابھی وجود میں نہیں آئی کہ وہ مر گیا لیکن موت پر زندگی کو ان معنوں میں فتح نہیں کہ موت اٹل ہے اور زندگی اٹل نہیں ہے۔ زندگی کی لاکھوں قسمیں ہیں جو پنپنے سے پہلے ضائع ہو جاتی ہیں اور موت ان پر غالب آ جاتی ہے۔ پس یہ موت کا جو پہلو ہے اس کو اگر آپ پیش نظر رکھیں تو اس وقت کا تصور کریں جب بالآخر خدا کو جان دینی ہے، جب دنیا چھوڑ کر جانا ہوگا تو پھر کس حسرت سے آپ دیکھیں گے اپنی طرف حسرت کے ساتھ دیکھنے والوں کو۔ وہ روئیں گے آپ کی مدح کے گیت بعد میں گاتے رہیں گے مگر آپ اس وقت جانتے ہونگے کہ آپ کی خاطر یہ کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ ان کی تعریفیں بےکار جائیں گی، ان کا ذکر خیر، ان کی محافل، ان کی مجالس، ان کے چالیسویں سب بے معنی ہیں۔ جس نے جانا تھا وہ مرتے وقت جانتا ہے کہ میں ایک ایسے قادر مطلق خدا کی طرف جا رہا ہوں جس کو اس بات کی ادنیٰ بھی پروا نہیں ہوگی کہ میرے پیچھے لوگوں نے کیا واویلے کئے اور کیسے کیسے نوحے پڑھے۔ یہی دنیا کے چکر ہیں صرف، فلاں پیر مر گیا اس کے قُل ہو رہے ہیں اس پہ لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں اس کی تعریف کے گن گائے جا رہے ہیں اور ان کو پتہ ہی نہیں کہ جس جگہ وہ حاضر ہوا ہے وہاں ان چیزوں کی کوڑی کی بھی قدر نہیں۔ ''آخر ایک دن مرنا ہے کیا وہ ان ناکامیوں کو دیکھ کر بھی اس تجارت کی فکر میں نہیں لگ سکتے جہاں خسارہ کا نام و نشان ہی نہیں اور نفع یقینی ہے۔ زمیندار کس قدر محنت سے کاشتکاری کرتا ہے مگر کون کہہ سکتا ہے کہ نتیجہ ضرور راحت ہی ہوگا''۔

پس اس اقتباس کے ساتھ میں آج کا یہ خطبہ ختم کرتا ہوں۔ اس میں بہت سے پیغام ہیں جماعت کے نام اور ان کو مزید تفصیل سے کھولنے کی ضرورت کوئی نہیں جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ دیا اب اپنا حساب آپ خود رکھیں کیونکہ ہر ایک نے خود مرنا اور خدا کے حضور حاضر ہونا ہے۔ ☆......☆......☆